آرا وافکار

مولانا عبیداختر رحمانی*

فقاہت راوی کی شرط اور احناف کا موقف [۱]

تمہید:

احناف پر مختلف قسم کے اعتراض کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک توہین صحابہ یا صحابہ کی تنقیص کا بھی اعتراض ہے اوراس کی بنیاد یہ ہے کہ بعض فقہائے احناف نے حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ کوفقہ میں غیرمعروف یا غیرفقیہ کہا ہے، اس سے انہوں نے یہ نتیجہ استخراج کرلیا کہ کسی صحابی کو غیرفقیہ کہنا ان کی توہین وتنقیص ہے؛ چونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی قدر کو بعض مستشرقین اور آزادخیال افراد نے تنقید کا نشانہ بنایا ہے، اس بناء پر بعض حضرات اس طرح کا تاثر پیش کرنے لگے کہ ایسے تمام لوگ جنہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کیا ہے، ان کو یہ ہمت اورحوصلہ احناف سے ہی ملا ہے، یا پھر احناف نے حضرت ابوہریرہ کو غیرفقیہ کہہ کر دشمنان دین کے مقصد کو پورا کیا ہے اوراس طرح پورے ذخیرہ احادیث کو مشتبہ بنادیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراضات کم علمی بلکہ لاعلمی اور جہالت کی پیداوار ہیں اوراحناف کے موقف کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اگر احناف کے موقف کو صحیح طور پر سمجھا جاتا تو پھر یہ اعتراض نہ کیا جاتا کہ حضرت ابوہریرہ کو غیرفقیہ کہہ کران کی توہین کی گئی ہے یا غیرفقیہ کی روایت کو قبول نہ کرنے کی بات کہہ کر پورے ذخیرہ احادیث کو مشتبہ بنایا گیا ہے۔

چونکہ مسلکی طور پر احناف اوراور شوافع ہمیشہ مدمقابل رہے ہیں، لہٰذا بعض شوافع حضرات نے بھی احناف پر صحابہ کرام کی توہین وتنقیص کا الزام لگایا، اس کے جواب میں شیخ ابوالفضل کرمانی کہتے ہیں:

ذکر الشیخ ابو الفضل الکرمانی فی اشارات الاسرار ان بعض اصحاب الشافعی شنع علینا ونسب اصحابنا الی الطعن علی ابی ہریرۃ وامثالہ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ذلک منہ سلوکا للمعاندۃ (کشف الاسرار ۳۸۳/۲)

''شیخ ابوالفضل الکرمانی نے اشارات الاسرار میں ذکر کیا ہے کہ بعض شافعیہ نے ہم پر اس مسئلہ میں طعن وتشنیع کی اور ہمارے ائمہ کو ابوہریرہ پر طعن سے اوراسی جیسی دوسری باتوں سے منسوب کیا، ان کا ایسا کرنا (علمی تحقیق نہیں بلکہ) بطور عناد تھا۔''

---

* نگران شعبہ تحقیق، المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد۔ jamsed.akhtar@gmail.com

بعض صحابہ کرام کے غیر فقیہ ہونے اور اس بناء پر ان کی روایات کو خلاف قیاس ہونے کی صورت میں روایت پر قیاس کو مقدم کرنے کی بات سب سے پہلے عیسیٰ بن ابان نے کہی تھی، لہٰذا ان کی ذات پر بھی مخالف صحابہ ہونے اور صحابہ کی توہین کا الزام لگایا گیا؛ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان پر بے بنیاد جھوٹے الزامات اور تہمتیں بھی لگائی گئیں۔ امام جصاص رازی نے الفصول میں عیسیٰ بن ابان کا پرزور دفاع کیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حکی بعض من لا یرجع الی دین ولا مروء ة ولا یخشی من البهت والکذب ان عیسی ابان رحمه الله طعن فی ابی هریرة رضی الله عنه انه روی عن علی بن ابی طالب کرم الله وجهه انه قال: سمعت النبی علیه السلام یقول: انه یخرج من امتی ثلاثون دجالا وانا اشهد ان ابا هریرة منهم، وهذا کذب منه علی عیسی رحمه الله، ما قاله عیسی ولا رواه ولا نعلم احدا روی ذلك عن علی فی ابی هریرة وانما اردنا بما ذکرنا ان نبین عن کذب هذا القائل وبهته وقلة دینه (الفصول فی الاصول ۱۳۰/۳)

''بعض ایسے لوگوں نے کہ جن کے اندر نہ دینداری ہے اور نہ مروت اور نہ وہ کسی پر بہتان اور جھوٹا الزام لگانے سے باز رہتے ہیں، عیسیٰ بن ابان کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر طعن کیا ہے اور یہ روایت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے نقل کی ہے کہ ''میں نے سنا ہے کہ میری امت میں تیس دجال ہوں گے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان میں سے ایک ابو ہریرہ ہے''۔ یہ حضرت عیسیٰ بن ابان پر گڑھا ہوا جھوٹ ہے۔ نہ عیسیٰ بن ابان نے یہ بات کہی اور نہ ایسی کوئی روایت کی، اور نہ ہم جانتے ہی کہ کسی نے بھی اس مکذوب روایت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہو، ہمارا ارادہ اس کے ذکر سے صرف اتنا ہے کہ ہم اس جھوٹے اور دروغ گو شخص کا پول کھولیں، اس کے بہتان کو نمایاں کریں اور بتائیں کہ وہ دین کے اعتبار سے کس کمتر حیثیت کا ہے۔''

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا موقف:

حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مسلک صاف سیدھا اور واضح رہا ہے کہ اولاً کتاب اللہ سے استدلال کیا جائے، ثانیاً رسول پاک کے اقوال وفرمودات اور اعمال وتقریر کو دلیل بنایا جائے۔ ثالثاً اگر صحابہ کسی قول پر متفق ہیں تو اس متفق علیہ قول کو اختیار کیا جائے۔ رابعاً اگر صحابہ میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کو لیا جائے جو زیادہ مدلل ہو۔ ہاں، اگر بات تابعین جیسے مجاہد، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب اور دیگر کی ہو تو ان کے اقوال کو امام ابوحنیفہ حجت نہیں مانتے۔ اور کہتے ہیں جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا ہے اسی طرح ہمیں بھی اجتہاد کا حق حاصل ہے۔

یحیی بن الضریس یقول: شهدت الثوری واتاه رجل فقال ما تنقم علی ابی حنیفة؟ قال: وما له؟ قال سمعته یقول: آخذ بکتاب الله، فما لم اجد فبسنة رسول الله والآثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات، فان لم اجد فبقول اصحابه آخذ بقول من شئت، واما اذا انتهی الامر الی ابراهیم والشعبی والحسن وعطاء فاجتهد کما

اجتهدوا (اخبار ابی حنیفة واصحابه ۲۴/۱)

''یحییٰ بن الضریس کہتے ہیں کہ میں امام سفیان ثوری کی مجلس میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا، اور اس نے کہا کہ آپ کو امام ابوحنیفہ پر کیا اعتراض ہے یا پھر کیوں نکتہ چینی کرتے ہیں؟ سفیان ثوری نے پوچھا، اس اعتراض کا مقصد کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: میں نے ابوحنیفہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں کسی مسئلہ میں اولاً کتاب اللہ سے دلیل حاصل کرتا ہوں، پھر اللہ کے رسول کی سنت اور ان آثار سے جو ثقات سے ثقات تک منتقل ہوکر ہم تک پہنچتی ہے۔ اگر کتاب اللہ اور سنت وآثار رسول میں دلیل نہ ملے تو میں صحابہ کرام میں سے کسی ایک کا قول لے لیتا ہوں۔ ہاں، جب معاملہ ابراہیم، شعبی، حسن، عطاء تک پہنچتا ہے تو میں ان کا پابند نہیں رہتا بلکہ میں بھی اسی طرح اجتہاد کرتا ہوں جیسا ان لوگوں نے کیا ہے۔''

اس اقتباس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اختصار کے ساتھ اپنا اصولی منہج بیان کیا ہے لیکن اس میں سنت وحدیث میں فقہ راوی کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے کہیں بھی منقول نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے یہ کہا ہو کہ فلاں صحابی چونکہ غیر فقیہ ہے اس لئے اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

ولم ینقل هذا القول عن اصحابنا ایضا بل المنقول عنهم ان خبر الواحد مقدم علی القیاس ولم ینقل التفصیل (کشف الاسرار ۳۸۳/۲)

''(ابوالحسن الکرخی کہتے ہیں) یہ قول (کہ خلاف قیاس کی صورت میں غیر فقیہ راوی کی روایت پر قیاس مقدم کیا جائے گا) ہمارے اصحاب سے منقول نہیں ہے بلکہ ان سے تو یہ منقول ہے کہ خبر واحد قیاس پر مقدم ہوگی اور اس سلسلے میں کوئی تفصیل منقول نہیں ہے۔''

علامہ ابن ہمام کی رائے:

علامہ ابن ہمام اور ان کے شارحین نے تو (التقریر والتحبیر علی تحریر الکمال ابن الهمام ۲۹۸/۲) میں صاف سیدھا لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ مطلقاً قیاس پر خبر واحد کو مقدم کرتے ہیں، چاہے خلاف قیاس ہونے کی صورت میں حدیث کا راوی فقیہ ہو یا غیر فقیہ، اور اس مسئلے میں ان کو امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا ہم نوا قرار دیا ہے۔

مسالة اذا تعارض خبر الواحد والقیاس بحیث لا جمع بینهما ممکن قدم الخبر مطلقا عند الاکثر منهم ابو حنیفة والشافعی واحمد (التقریر والتحبیر ۲۹۸/۲)

''مسئلہ: جب خبر واحد اور قیاس میں تعارض ہو کہ دونوں کے درمیان تطبیق کی کوئی صورت نہ نکل سکتی ہو تو اکثر ائمہ کے نزدیک ہر حال میں خبر کو قیاس پر مقدم کیا جائے۔ ان ائمہ میں سے امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بھی ہیں۔''

فقیہ راوی کی روایت کو غیر فقیہ پر ترجیح:

ہاں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا یہ طریق کار ضرور تھا کہ وہ دو راویوں کی روایت میں اس کو اختیار کرتے تھے، جس کا

راوی فقیہ ہواور غیر فقیہ پر اس کو ترجیح دیتے؛ لیکن یہ امام ابوحنیفہ کا اختراع نہیں تھا بلکہ محدثین کرام بھی اسی روش اور طرز کے قائل تھے، جیسا کہ حازمی نے بھی کتاب الاعتبار میں وجوہ ترجیحات میں سے اس کو ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

الوجه الثالث والعشرون: ان يكون رواة احد الحديثين مع تساويهم في الحفظ والاتقان فقهاء عارفين باجتناء الاحكام من مثمرات الالفاظ، فالاسترواح الى حديث الفقهاء اولى، وحكى على بن خشرم قال قال لنا وكيع اى الاسنادين احب اليكم، الاعمش عن ابى وائل عن عبد الله او سفيان عن منصور عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله؟ فقلنا الاعمش عن ابى وائل عن عبد الله، فقال يا سبحان الله، الاعمش شيخ وابو وائل شيخ وسفيان فقيه ومنصور فقيه وابراهيم فقيه وعلقمة فقيه، وحديث يتداوله الفقهاء خير من ان يتداوله الشيوخ (الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار للحازمي، ص ۱۵)

''تیئیسویں وجہ روایت کی ترجیح کی یہ ہے کہ حفظ اور ضبط میں راوی برابر ہوں لیکن ایک روایت کا راوی فقیہ ہو، الفاظ سے احکام کے استنباط کا طریقہ جانتا ہو تو فقیہ راوی کی روایت کو اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔ علی بن خشرم کہتے ہیں ہم سے وکیع نے کہا کہ تمہیں کون سی سند زیادہ محبوب ہے؟ اعمش عن ابی وائل عن عبداللہ (اس میں حضرت عبداللہ تک صرف دو راوی ہیں) یا پھر سفیان عن منصور عن علقمہ عن عبداللہ؟ اس پر ہم نے کہا کہ اعمش والی سند تو فرمایا: سبحان اللہ! اعمش شیخ ہیں، ابووائل شیخ ہیں جب کہ اس کے بالمقابل سفیان فقیہ ہیں، منصور فقیہ ہیں، ابراہیم فقیہ ہیں، علقمہ فقیہ ہیں اور فقہاء کی سند والی حدیث شیوخ کی سند والی حدیث سے بہتر ہے۔''

فقاہت راوی کی شرط تخریج کردہ ہے:

ہاں یہ ضرور ہے کہ امام ابوحنیفہ نے احادیث کے رد وقبول میں بعض اصول کو اختیار کیا ہے، ان اصول کو دیکھ کر بعد کے اہل علم نے ان کے اجتہادات سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جس راوی کی روایت قبول کی جائے اس کے لیے فقیہ ہونا ضروری ہے یا نہیں، اور اگر غیر فقیہ کی روایت قیاس کے خلاف ہو تو قیاس کو ترک کر کے حدیث پر عمل کیا جائے، یا غیر فقیہ راوی کی روایت کو ترک کر کے قیاس پر عمل کیا جائے، امام ابوحنیفہ کے بعد کے عہد میں اصول فقہ پر لکھنے والی جلیل القدر شخصیت امام کرخی کی ہے، امام کرخی امام طحاوی کے ہم عصر ہیں اور امام ابوالحسن الکرخی تو صاف سیدھی یہ بات کہتے ہیں کہ راوی کی روایت قبول کرنے کے لیے فقاہت کوئی شرط نہیں ہے اور راوی فقیہ ہو یا نہ ہو، اس کی روایت بہرحال قبول کی جائے اور اس روایت کی موجودگی میں چاہے راوی غیر فقیہ ہو، قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔ چنانچہ امام کرخی اس تعلق سے وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''عیسیٰ بن ابان کا نظریہ ہمارے اصحاب سے منقول نہیں ہے، بلکہ ان سے یہ قول روایت کی گئی ہے کہ خبر واحد علی الاطلاق قیاس سے مقدم ہے۔ اس ضمن میں کوئی تفصیل مذکور نہیں کہ راوی فقیہ ہے یا غیر فقیہ۔''

اس کے بعد عیسیٰ بن ابان کے دلائل کا مثلاً حدیث مصراۃ اور حدیث عرایا پر عمل نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے

کہتے ہیں:

"ہمارے اصحاب ان احادیث پر اس لئے عمل نہیں کرتے کہ یہ کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف ہیں نہ کہ اس لئے کہ راوی فقیہ نہیں۔ حدیث مصراۃ کتاب وسنت دونوں کے خلاف ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔ حدیث عریہ سنت مشہورہ کے خلاف ہے۔ راوی کا فقیہ نہ ہونا اس کا سبب نہیں اور وہ سنت مشہور ہے: التمر بالتمر مثل بمثل کیل بکیل۔ ہم یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے۔ آپ یقیناً ایک بڑے فقیہ تھے اور آپ میں پوری طرح اسباب اجتہاد جمع تھے۔ صحابہ کے زمانہ میں آپ فتویٰ دیا کرتے تھے، حالانکہ اس زمانہ میں ایک مجتہد فقیہ کو ہی فتویٰ نویسی کا اہل سمجھا جاتا تھا۔ آپ رسول اکرم کے جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ آپ نے بڑا نام پایا اور آپ سے روایت کردہ احادیث کا بڑا چرچا ہوا۔" (حیات امام ابوحنیفہ اردو ص۵۰۲-۵۰۳، بحوالہ کشف الاسرار ۲/۷۰۳)

اس نتیجہ سے بات صاف ہوگئی کہ امام ابوالحسن الکرخی جو فقہ حنفی کے ایک معتبر امام ہیں، وہ اپنا اور اپنے اصحاب کے بارے میں یعنی ائمہ احناف کے بارے میں صاف سیدھے لفظوں میں یہ بات کہتے ہیں کہ ان سے راوی کی عدم فقاہت کے وقت قیاس کو خبر پر مقدم کرنے کی کوئی نص موجود نہیں ہے۔

امام عیسیٰ بن ابان کا موقف:

ہاں امام عیسیٰ بن ابان سے اور ان سے متاثر دیگر کچھ فقہائے احناف نے یہ بات ضرور کہی ہے کہ جب خبر واحد اور قیاس میں تعارض ہوگا تو راوی کی فقاہت کو دیکھا جائے گا۔ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن ابان علیہ الرحمہ کا یہ قول ایجاد بندہ ہے، لیکن یہ کہنا درحقیقت لاعلمی اور جہالت ہے۔ ماقبل میں یہ بات کہی گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ اور دیگر کبار ائمہ احناف سے اس بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ہے، نہ نفی میں اور نہ اثبات میں۔

عیسیٰ بن ابان نے یہ نظریہ تخریج کیا ہے:

امام عیسیٰ بن ابان علیہ الرحمہ نے جب امام ابوحنیفہ کے اجتہادات میں غور کیا تو بعض نظائر سے ان کو یہ لگا کہ امام ابوحنیفہ فقہ راوی کو شرط مانتے ہیں جب کہ خبر واحد قیاس کے خلاف ہو۔ تو عیسیٰ بن ابان کا یہ کہنا درحقیقت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اجتہادات میں غور وفکر کے بعد ممکن ہو سکا ہے۔ یہ ان کی اپنی گڑھی ہوئی بات نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے غور وفکر کے بعد جو نتیجہ نکالا، وہ درست ہے یا نہیں ہے۔ لیکن اس کو عیسیٰ بن ابان کا اختراع کہنا ظلم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام جصاص رازی لکھتے ہیں:

قال ابوبکر رحمه الله: قد حکیت جملة ما ذکره عیسی فی هذا المعنی، وهو عندی مذهب اصحابنا وعلیه تدل اصولهم (الفصول فی الاصول ۳/۱۲۲)

"امام جصاص رازی کہتے ہیں کہ اس مفہوم کی بات کا کچھ حصہ جو عیسیٰ بن ابان نے ذکر کیا ہے، اس کو میں نے نقل کیا ہے اور وہ میرے نزدیک ائمہ احناف کا موقف ہے اور اسی پر ان کے اصول دلالت کرتے ہیں۔"

عیسیٰ بن ابان کا فقہ راوی میں کیا موقف ہے؟

باوجود اس قیل وقال کے عیسیٰ بن ابان سے بھی یہ بات مطلقاً مروی نہیں ہے کہ اگر راوی غیر فقیہ ہے تو اس کی روایت ہر حال میں رد کر دی جائے گی اور اس کی روایت کو کسی حال میں قبول نہیں کیا جائے۔ بلکہ اس کے لیے انہوں نے جو شروط اور قیود لگائے ہیں، اس کو دیکھنے کے بعد میرا تو خیال یہی ہے کہ یہ صرف لفظی بحث رہ جاتی ہے۔ کیونکہ ان شروط وضوابط کے بعد کسی روایت کو محض اس لئے رد کر دینا کہ اس کا راوی غیر فقیہ ہے، ناممکن سے رہ جاتا ہے اور ذخیرہ حدیث میں میرے علم کی حد تک ایسی روایت باوجود تلاش کے نہیں ملتی اور اگر ہو گی بھی تو مجھے امید ہے کہ محدثین کرام نے پہلے ہی اس پر سندی اعتبار سے جرح کر رکھی ہو گی۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

ایک اہم بات کی طرف توجہ:

(نوٹ) امام عیسیٰ بن ابان نے تعارض کے وقت غیر فقیہ راوی کی روایت رد کرنے کے لیے جن شرائط کا ذکر کیا ہے، اس پر تفصیلی کلام کرنے سے پہلے ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جن مصنفین نے، چاہے اصول الشاشی کے مصنف کی طرح قدیم ہو یا پھر ہمارے زمانے سے قریب تر، اگر ان کی عبارت میں فقاہت کا ذکر مطلقاً ہے تو بھی وہ ساری قیود اور شرائط جو امام عیسیٰ بن ابان نے خبر کے رد کے لیے ٹھہرائی ہیں، ان کو شامل مانا جائے، کیونکہ اکثر کتب اصول فقہ متون کے طور پر لکھی گئیں اور متون میں اختصار ملحوظ ہوتا ہے۔ مثلاً اصول الشاشی کے مصنف لکھتے ہیں:

وَالقسم الثَّانِي من الروَاة هم المعروفون بِالحِفظِ وَالعَدَالَة دون الِاجتِهاد وَالفَتوَى كَابي هريرة وانس بن مَالك، فإذا صحت رِوَايَة مثلهمَا عندك، فَإِن وَافق الخَبَر القيَاس فَلَا خَفَاء فِي لزوم العَمَل بِهِ، وَإِن خَالفه كَانَ العَمَل بالقياس اولى (اصول الشاشي ۲۷۵/۱)

''راویوں کی دوسری قسم وہ ہے جو حفظ اور عدالت میں تو مشہور ہیں لیکن بطور مجتہد اور مفتی مشہور نہیں تھے جیسے حضرت ابوہریرہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما، تو جب ان کی روایت صحیح ہو تو اگر ان کی روایت قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کیا جائے اور اگر قیاس کے مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔''

یہاں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اصول الشاشی کے مصنف نظام الدین ابوعلی احمد بن محمد بن اسحاق الشاشی (متوفی 344) نے بغیر کسی شرط کے راوی کے فقیہ نہ ہونے کی صورت میں قیاس پر عمل کرنے کی بات کہی ہے۔ اسی طرح کچھ دوسری کتابوں میں بھی یہ بات ہے لیکن یہ واضح رہے کہ یہ تمام کتابیں یا تو متون کے طور پر لکھی گئی ہیں لہٰذا اس میں شرائط کا ذکر نہیں کیا گیا۔ یا پھر امام جصاص رازی کی کتاب جس میں انہوں نے عیسی بن ابان کی کتاب سے براہ راست نقل کیا ہے ان کی رسائی نہ ہو سکی اس لئے وہ ان شرائط سے آگاہ نہ ہو سکے۔

اسی لئے ہم نے کوشش کی ہے کہ عیسی بن ابان علیہ الرحمہ کے خیالات خود ان کے اپنے الفاظ مین ذکر کر دیے

جائیں کیونکہ مصنف اپنے مقصد سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔کوئی شخص اپنے مراد اور مطلب کو جس طرح واضح کرسکتا ہے دوسرا نہیں کرسکتا۔اور چونکہ متقدمین کی بات اس باب میں زیادہ لائق اعتماد ہے اس لئے ہم نے اولا امام جصاص رازی کی کتاب الاصول فی الفصول اور امام سرخسی علیہ الرحمہ کی کتاب اصول السرخسی کو اپنے بحث کی بنیاد بنایا ہے۔

امام سرخسی کی وضاحت:

چونکہ امام سرخسی بھی اس مسئلہ پر امام عیسی بن ابان کے ہم خیال ہیں؛لھذا بہتر ہے کہ اولا امام سرخسی کی رائے نقل کی جائے،امام سرخسی لکھتے ہیں:

اعلم بان الرواة قسمان : معروف ومجهول، فالمعروف نوعان: من كان معروفا بالفقه والرای فی الاجتهاد، ومن كان معروفا بالعدالة وحسن الضبط والحفظ ولكن قليل الفقه (اصول السرخسی ۳۳۹/۱)

’’جان لو کہ راویوں کی دو قسمیں ہیں۔معروف اور مجہول،پھر معروف کی دو قسمیں ایک تو یہ کہ راوی فقہ اور اجتہاد میں مشہور ہو دوسری قسم یہ ہے کہ عدالت اور ضبط وحفظ میں تو مشہور ہو لیکن فقہ مین اس کا حصہ تھوڑا ہو۔‘‘

امام سرخسی معروف کی پہلی قسم پر کلام کرنے کے بعد اور اس میں خلفاء اربعہ اور دیگر ممتاز فقہائے صحابہ کرام کو گنوانے کے بعد لکھتے ہیں:

فَاَما المَعروف بِالعَدَالَةِ والضبط وَالحِفظ كابی هريرَة وانس بن مَالك رَضِی الله عَنهمَا وَغيرهمَا مِمَّن اشتهر بالصحبة مَعَ رَسول الله صلى الله عَلَيه وَسلم وَالسَّمَاع مِنه مدَّة طَويلَة فِی الحَضَر وَالسّفر فَان اَبَا هريرة مِمَّن لَا يشك احد فِی عَدَالَته وَطول صحبته مَعَ رَسول الله صلى الله عَليه وَسلم حَتَّى قَالَ لَه (زر غبا تَزدَد حبا) وكذالك فِی حسن حفظه وَضَبطه۔ (اصول السرخسی ۳۳۹/۱)

’’ایسے راوی جو عدالت اور ضبط وحفظ میں مشہور ہیں جیسے کہ حضرت ابوہریرہ وانس بن مالک رضی اللہ عنہما جن کا رسول پاک کا صحابی ہونا مشہور ہے اور انہوں نے رسول پاک سے ایک مدت تک ان کے اقوال وفرامین سنے سفر وحضر میں سنے بھی ہیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدالت اور رسول پاک کے ساتھ طویل وقت گزارنے میں کسی کو شک نہیں ہے یہاں تک کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا ایک دن ناغہ کر کے ملا کرتا کہ محبت زیادہ ہو،اسی طرح ان کے حافظہ اور باتوں کو یاد رکھنے کے بارے میں بھی کسی کو شک نہیں ہے۔‘‘

(جاری)